یہ بات کہی جاتی رہی ہے کہ عوام کے موڈ کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہوتا، دعوے سے کچھ کہنا مشکل ہوتا ہے۔ حالات کب کس کے حق میں بن جائیں، کون جانتا ہے۔ کون سا نعرہ خلاف چلا جائے گا، اس پر پہلے سے رائے نہیں بنائی جاسکتی۔ بی جے پی لیڈروں کی طرف سے 400 پار کا نعرہ غالباً اپنے کارکنان میں جوش بھرنے کے لیے دیا گیا تھا تا کہ وہ بڑی جیت کے لیے تیاری کریں۔ اسی دوران بی جے پی کے چند لیڈروں کی طرف سے 400 سیٹوں اور آئین پر بات کہہ دی گئی۔ اس سے اپوزیشن جماعتوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ بی جے پی کو اتنی بڑی تعداد میں سیٹیں مل گئیں تو وہ اقتدار میں آنے کے بعد آئین بدل ڈالے گی۔ اس سے درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور دیگر پسماندہ طبقات کے کئی لوگوں میں یہ خوف گھر کر گیا کہ واقعی ایسا ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں جو 2014 اور 2019 میں بھرپور طریقے سے بی جے پی کے ساتھ تھے اور مایاوتی کی بہوجن سماج پارٹی کے روایتی ووٹرس تھے جانے جاتے تھے، وہ سوچنے پر مجبور ہوگئے۔ دراصل درج فہرست قبائل اور دیگر پسماندہ طبقات کے بیشتر لوگ یہ مانتے ہیں کہ اس آئین نے انہیں مضبوطی دی ہے، یہ آئین نہیں رہے گا تو ان کا ریزرویشن ختم کر دیا جائے گا جبکہ بظاہر یہ ایسا ہی تھا جیسے یہ کہا جاتا کہ اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' اگر اقتدار میں آجائے گا تو منگل سوتر بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ بی جے پی لیڈروں کی طرف سے اپنی ریلیوں میں اس بار مسلمانوں کا ذکر بار بار کیا گیا لیکن صف بندی کی کوششیں پوری طرح کامیاب نہیں ہو پائیں۔ بہار میں این ڈی اے کی جیت میں ان ہی کوششوں نے رول ادا کیا ہے یا نتیش کمار کی امیج نے، یہ کہنا مشکل ہے، البتہ اتر پردیش کے نتائج کو دیکھتے ہوئے تو ایسا بالکل نہیں لگتا کہ ان کوششوں میں پوری طرح کامیابی مل پائی۔ بہار میں پسماندہ طبقات اور مسلمانوں میں لالو پرساد یادو کی ایک امیج ہے، تیجسوی یادو نے اس بار محنت بھی بہت کی مگر اس کے باوجود بہار سے 'انڈیا' کے امیدواروں کو یہ سوچنا ہوگا کہ کامیابی نہیں مل سکی جیسی کامیابی اتر پردیش میں ملی۔ اس کی وجوہات پر غور کرنے پر ممکن ہے، ان نکات پر بھی اتر پردیش کی پارٹیاں غور کریں گی کہ محمد علی اشرف فاطمی آج تک درد بھنگہ سے محنت کرتے رہے تو پھر انہیں مدھوبنی سے کیوں اتارا گیا؟ اور ڈاکٹر شکیل احمد جو تین نسلوں سے مدھوبنی میں اپنا دائرۂ اثر رکھتے ہیں، یہ بات کس بنیاد پر مان لی گئی کہ اس بار بھی وہ بہتر جیت پائیں گے اسی لیے مدھوبنی سے انہیں نہیں اتارا جانا چاہیے؟ پیادہ کا پوربیہ میں اور حنا شہاب کا سیوان میں اپنا ایک دائرۂ اثر ہے، پھر 'انڈیا' نے اس کا فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ کنہیا کمار اگر بہار سے الیکشن لڑتے تو کیا اس کا فائدہ 'انڈیا' کو نہیں ملتا؟ 'انڈیا' کی طرف سے بہار میں مسلمانوں کو تنہا نہیں چھوڑا گیا لیکن مسلمانوں نے اس پر غور نہیں کیا ہوگا۔ بات دیگر ریاستوں کی کریں تو مغربی بنگال میں ممتا بنرجی ایک بار اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب رہیں۔ مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ میں بی جے پی کی حکومتیں ہیں اور پارلیمانی انتخابات میں اس نے دکھایا کہ اس کی جیت اسمبلی انتخابات تک محدود نہیں تھی۔ تلنگانہ، کرناٹک اور ہماچل پردیش میں بھی کام کانگریس نہیں کر سکی جبکہ اس بار کرناٹک میں اس کی بڑی جیت کے لیے حالات سازگار بن گئے تھے۔ اپوزیشن کی تمام کوششوں کے باوجود بی جے پی ہی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں۔ چند وجوہات یہ گنتی ہیں کہ وہ کافی پہلے سے انتخابی تیاری شروع کر دیتی ہے، زوردار انتخابی مہم چلاتی ہے، ہر موقع کا فائدہ اٹھاتی ہے، ہاری ہوئی بازی کو جیتنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے، حالات بدلنے میں یقین رکھتی ہے اور پارٹی میں رہ کر نقصان پہنچانے والوں پر نظر رکھتی ہے۔ پرانے لیڈروں کی جگہ نئے لیڈروں کو موقع دینے کا جو ہمیں لگتی ہے اور اس کا اسے فائدہ ملتا ہے۔ مدھیہ پردیش میں کانگریس کی کامیابی چونکانے والی ہے۔ انتخابی نتائج نے یہ ثابت کر دیا کہ ایگزٹ پولس غلط تھے۔ اب یہ بحث کا الگ موضوع ہے کہ وہ اتنے غلط کیوں تھے؟ اس بار کا 'دستاویز' پارلیمانی انتخابات کے نتائج پر مبنی ہے:

سینئر جرنلسٹ قربان علی کے مطابق، 'حالیہ پارلیمانی انتخابات سے پارٹیوں کو سیکھنے کا موقع ملے گا، یہ سمجھنے کا موقع ملے گا کہ اتحادی سیاست کے دن ختم نہیں ہوئے ہیں، علاقائی پارٹیاں اپنا وجود رکھتی ہیں، جیت ہار میں ایک اہم رول ادا کرسکتی ہیں۔ یہ ہندوستان جیسے ملک کے لیے نیک فال ہے۔'

انتخابی نتائج کا اشارہ

ختم نہیں ہوئے اتحادی سیاست کے دن

پارلیمانی انتخابات کا طویل عمل اختتام پذیر ہو چکا ہے۔ انتظار اس بات کا ہے کہ نئی حکومت کب بنتی ہے اور کب لیڈران وزارتوں کا حلف لیتے ہیں، کس لیڈر کے حصے میں کون سی وزارت آتی ہے۔ پارلیمانی انتخابات کے نتائج کا اندازہ لگانے میں کچھ تجربہ کار کامیاب رہے۔ ان میں سینئر جرنلسٹ قربان علی کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ سوشل میڈیا پر تجزیہ سننے والوں میں بھی قربان علی مقبول ہیں۔ وہ حالات کو دیکھتے ہوئے ہی تجزیہ کرتے ہیں۔ پارلیمانی انتخابات کے نتائج کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ 'ایگزٹ پولس نے ایک الگ قسم کے نتائج کی تصویر پیش کی تھی۔ ایگزٹ پولس کے متوقع انتخابی نتائج سے ان تجزیہ کاروں نے اتفاق نہیں کیا تھا جو حالات دیکھ رہے تھے، ان میں میں بھی تھا مگر متوقع انتخابی نتائج جاننے کے لیے ایگزٹ پولس کا اپنا سائنٹیفک طریقہ ہوتا ہے۔ کئی بار وہ غلط بھی ثابت ہوتے ہیں جیسے اس بار ہوئے، جیسے 2004 میں ہوئے تھے۔ 2004 میں کانگریس والوں کو بھی یہ امید نہیں تھی کہ ان کی حکومت بن رہی ہے لیکن بنی۔ اس بار کے انتخابی نتائج ہندوستان کی میچورڈ ووکریسی کا ثبوت ہیں۔ 10 سال سے جو نظام چل رہا تھا، اسے بہت پسند لوگ سمجھنے لگے تھے۔ 2014 میں بی جے پی نے شاندار کامیابی حاصل کی تھی۔ اس وقت شیو سینا اس کے ساتھ تھی۔ اس کی سب سے پرانی اتحادی پارٹی شرومنی اکالی دل اس کے ساتھ تھی۔ 2019 میں بی جے پی نے 2014 سے زیادہ بڑی کامیابی حاصل کی تو اس کے ذمہ داران کو ایسا لگنے لگا کہ ان کی پارٹی کے لیے اتحادیوں کی زیادہ ضرورت نہیں رہ گئی ہے، وہ اپنے اتحاد کو مضبوط نہیں رکھ سکے۔ شیو سینا این ڈی اے سے الگ ہوگئی۔ وہ ''انڈیا'' میں شامل ہوگئی۔ شرومنی اکالی دل نے بھی این ڈی اے کا ساتھ چھوڑا۔ نتیش کمار کی جنتا دل (یونائیٹڈ) این ڈی اے سے کبھی الگ ہوئی، کبھی اس میں شامل ہوئی۔ بی جے پی کے قومی صدر جے پی نڈا نے تو آر ایس ایس کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ بی جے پی کو اس کی زیادہ ضرورت نہیں۔ ادھر بی جے پی کے اندرونی حالات اس کے تمام لیڈروں کے لیے سازگار نہیں تھے۔ پارٹی کے کئی پرانے لیڈروں سے اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ چھتیس گڑھ میں رمن سنگھ کو سائیڈ کر دیا گیا، مہاراشٹر میں فرنویس جو ایک سابق وزیر اعلیٰ تھے، انہیں نائب وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔ مدھیہ پردیش میں گزشتہ اسمبلی انتخابات کے بعد شیو راج سنگھ چوہان کو وزیر اعلیٰ نہیں بنایا گیا، ایک طرح سے انہیں کنارے کر دیا گیا، راجستھان میں باہر لیڈر اور سابق وزیر اعلیٰ وسندھرا راجے کو بھی کنارے کر دیا گیا۔ گرچہ شیو راج کو حالیہ انتخابات میں امیدوار بنایا گیا اور وہ جیتے بھی لیکن انتخابی مہم میں شیو راج اور وسندھرا اس طرح متحرک نہیں رہے جیسے ہونا چاہیے تھا۔ اس کے باوجود مدھیہ پردیش میں تو بی جے پی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب رہی مگر راجستھان میں اسے توقع کے مطابق کامیابی نہیں ملی۔ اتر پردیش میں اس نے توقع سے کہیں نیچے کامیابی حاصل کی۔ اس کی وجہ غالباً اس اندیشے کا پیدا ہونا تھا کہ بی جے پی اگر 350 سیٹیں جیت گئی تو پھر یوگی آدتیہ ناتھ کو وزیر اعلیٰ کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ پرشوتم روپالا کے ایک بیان کی وجہ سے راجپوتوں کی ناراضگی نے بھی اتر پردیش اور راجستھان میں بی جے پی کے لیے جیت کی راہ دشوار بنا دی۔ کسانوں کی ناراضگی اور اگنی ویر کے معاملے نے بھی اثر ڈالا۔ اس کا فائدہ ''انڈیا'' کو ملا۔ ''انڈیا'' کے لیڈران منڈل کارڈ کھیلنے میں کامیاب رہے۔ وہ اس تشہیر میں کامیاب رہے کہ بی جے پی سربراہی والے این ڈی اے کو 400 سیٹیں اگر مل گئیں تو پھر آئین بدل دیا جائے گا اور آئین بدلنے کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر ریزرویشن پر پڑے گا۔ اس کا اثر مشرقی اتر پردیش میں زیادہ پڑا اور اس حد تک پڑا کہ بی جے پی ایودھیا کی سیٹ ہار گئی جبکہ ایودھیا میں پران پرتشٹھا اور مندر کے افتتاح کے بعد سمجھا یہ گیا تھا کہ اس کا اثر ہندی بیلٹ کی ریاستوں پر پڑے گا اور بی جے پی کی لہر میں اپوزیشن پارٹیاں کہیں تک نہیں پائیں گی لیکن ہم لوگوں نے حالیہ پارلیمانی انتخاب میں دیکھا، حالات بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔'

قربان علی کے مطابق، 'بہار میں تیجسوی یادو ٹکٹوں کی اس طرح تقسیم نہیں کر پائے جیسے کرنا چاہیے تھا۔ حنا شہاب نے سیوان میں اور پپو یادو نے پورنیہ میں اپنی طاقت دکھا دی۔ ٹکٹوں کی تقسیم کے وقت تیجسوی نے ان دونوں کا خیال نہیں کیا۔ انھوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ محمد علی اشرف فاطمی کا میدان عمل درہبھنگہ رہا ہے اور انہیں مدھوبنی بھیج دیا جبکہ مدھوبنی میں ڈاکٹر شکیل احمد جیسے بااثر لیڈر تھے۔ یہ سیٹ کانگریس کو دی جانی چاہیے تھی اور اس پر ڈاکٹر شکیل احمد کو اتارا جانا چاہیے تھا، کیونکہ اس بار ہوا کا رخ کچھ اور تھا۔ کنہیا کمار اگر بہار سے انتخاب لڑتے تو اس سے بھی کچھ فائدہ ہی ہوتا۔ یہ کہنے میں تامل نہیں ہونا چاہیے کہ ٹکٹوں کی تقسیم میں اتر پردیش میں اکھلیش یادو نے جو دانشمندی دکھائی وہ دانشمندی بہار میں تیجسوی یادو نہیں دکھا سکے۔ اگر دکھا دیتے تو آج ان کے 'مائی' (MY) کے ساتھ 'باپ' (BAAP) کے فارمولے پر باتیں ہو رہی ہوتیں اور 'انڈیا' کچھ اور بہتر پوزیشن میں ہوتا۔'

قربان علی کے مطابق، 'بہار میں بلاتفریق مذہب وملت عورتوں میں نتیش کمار کی امیج بہت اچھی ہے۔ انہوں نے عورتوں کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے کام کیے ہیں۔ شراب بندی ان کا ایک ایسا ہی قابل ذکر کام ہے۔ یہ بات بی جے پی بھی سمجھتی ہے کہ جو پارٹی نتیش کمار کے ساتھ رہتی ہے، وہ فائدے میں رہتی ہے۔ اسی لیے اس نے اتحاد کیا اور اس کا اسے فائدہ ملا۔ دراصل بہار میں تیجسوی یادو ٹکٹوں کی اس طرح تقسیم نہیں کر پائے جیسے کرنا چاہیے تھا۔ حنا شہاب نے سیوان میں اور پپو یادو نے پورنیہ میں اپنی طاقت دکھا دی۔ ٹکٹوں کی تقسیم کے وقت تیجسوی نے ان دونوں کا خیال نہیں کیا۔ انہوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ محمد علی اشرف فاطمی کا میدان عمل درہبھنگہ رہا ہے اور انہیں مدھوبنی بھیج دیا جبکہ مدھوبنی میں ڈاکٹر شکیل احمد جیسے بااثر لیڈر تھے۔ یہ سیٹ کانگریس کو دی جانی چاہیے تھی اور اس پر ڈاکٹر شکیل احمد کو اتارا جانا چاہیے تھا، کیونکہ اس بار ہوا کا رخ کچھ اور تھا۔ کنہیا کمار اگر بہار سے انتخاب لڑتے تو اس سے بھی کچھ فائدہ ہی ہوتا۔ یہ کہنے میں تامل نہیں ہونا چاہیے کہ ٹکٹوں کی تقسیم میں اتر پردیش میں اکھلیش یادو نے جو دانشمندی دکھائی وہ دانشمندی بہار میں تیجسوی یادو نہیں دکھا سکے۔ اگر دکھا دیتے تو آج ان کے 'مائی' (MY) کے ساتھ 'باپ' (BAAP) کے فارمولے پر باتیں ہو رہی ہوتیں اور 'انڈیا' کچھ اور بہتر پوزیشن میں ہوتا۔'

سینئر جرنلسٹ قربان علی کے مطابق، 'کانگریس اپنی سیٹوں میں کچھ اور اضافہ کر سکتی تھی مگر وہ کرناٹک، تلنگانہ اور ہماچل پردیش میں اپنی حکومت کے باوجود وہ پرفارمنس نہیں دکھا سکی جو اپنی حکومت والی ریاستوں۔ مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ۔ میں بی جے پی دکھانے میں کامیاب رہی، البتہ راجستھان میں اسے نقصان ہوا۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ کہ وہاں کانگریس نے کیونڈسٹ پارٹیوں کے ساتھ اتحاد کیا۔ ایک مقامی پارٹی کے ساتھ بھی اتحاد کیا جبکہ کیرالہ میں بی جے پی کھاتہ کھولنے میں کامیاب ہوگئی، کیونکہ کانگریس اور کیونڈسٹ پارٹیوں کے لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ کے مابین اتحاد نہیں ہوا۔ اگر یہ اتحاد ہو جاتا تو شاید اس بار بھی بی جے پی وہاں کھاتہ کھولنے میں کامیاب نہیں ہو پاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کیرالہ کے ترشور سے بی جے پی امیدوار سریش گوپی نے 37.80 فیصد ووٹ حاصل کر کے جیت درج کی جبکہ سی پی آئی کے وی ایس سنیل کمار کو 30.95 فیصد اور کانگریس کے کے مرلی دھرن کو 30.08 فیصد ووٹ ملے۔ مغربی بنگال میں بھی کئی سیٹوں پر یہی صورتحال نظر آئی۔ مغربی بنگال میں ممتا بنرجی کی آل انڈیا ترنمول کانگریس نے شاندار کامیابی حاصل کی ہے مگر اس کے ساتھ اگر کیونڈسٹ پارٹیاں اور کانگریس مل کر لڑتیں تو وہاں ''انڈیا'' کی پرفارمنس کچھ اور بہتر ہوتی۔ حالیہ پارلیمانی انتخابات سے پارٹیوں کو سیکھنے کا موقع ملے گا، یہ سمجھنے کا موقع ملے گا کہ اتحادی سیاست کے دن ختم نہیں ہوئے ہیں، علاقائی پارٹیاں اپنا وجود رکھتی ہیں، جیت ہار میں ایک اہم رول ادا کرسکتی ہیں۔ یہ ہندوستان جیسے ملک کے لیے نیک فال ہے۔ ممکن ہے، بی جے پی کے ذمہ داران اس بات پر تو جدیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو تقریباً الگ رکھنا نہ پارٹی کی امیج کے لیے صحیح ہے اور نہ ہی اس کے ووٹ بینک کے لیے۔ بی جے پی کے بڑے لیڈران مسلمانوں سے ڈرا کر صف بندی کی کوشش کرتے رہے اور یہ سمجھ ہی نہیں سکے کہ یہ گنگا جمنی تہذیب کا ملک ہے، ایک حد سے زیادہ اور بار بار ان چیزوں کو لوگ پسند نہیں کرتے، کیونکہ سیاست میں کئی کو جوڑنے ہرانے کے لیے وہ سکھ دکھ کے رشتوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ اب اگر بی جے پی کی حکومت بن بھی جاتی ہے تو وہ اس طرح حکومت نہیں چلا پائیں گے جیسے اب تک چلاتے رہے ہیں۔ ان کا انداز سیاست بدلے گا، ملک کے سیاسی حالات بدلیں گے۔ ان تمام باتوں کو پرے رکھ کر حالیہ انتخابی نتائج پر اگر ایک جملے میں بات کہی جائے تو یہ بات کہی جائے گی کہ بی جے پی پراجت ہوئی ہے، پراست نہیں۔ وہی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری ہے۔ کانگریس دوسرے نمبر پر ہے مگر اس سے تقریباً ڈھائی گنا زیادہ سیٹیں بی جے پی کو ملی ہیں، البتہ بات اتحادوں کی کی جائے تو فی الوقت یہ کہنا مشکل ہے کہ این ڈی اے ''انڈیا'' پر بھاری پڑے گا یا ''انڈیا''، این ڈی اے پر۔ کہنا یہ بھی مشکل ہے کہ نئی اتحادی حکومت اپنی مدت پوری کر پائے گی یا نہیں۔ آخر میں بس یہ کہنا ہے کہ عوام نے یہ مینڈیٹ سیکولرازم کو دیا ہے، ہندوتو کو نہیں اور وزیر اعظم کو یہ بات سمجھ میں آجانی چاہیے۔' ■

(نمائندہ روزنامہ راشٹریہ سہارا سے گفتگو پر مبنی)

پارٹیاں اور ان کی سیٹیں

پارٹیاں	2024
بی جے پی	240
کانگریس	99
سماجوادی پارٹی	37
آل انڈیا ترنمول کانگریس	29
ڈی ایم کے	22
تیلگو دیشم پارٹی	16
جنتا دل (یونائیٹڈ)	12
شیوسینا (یو بی ٹی)	9
این سی پی (شرد چندر پوار)	8
شیوسینا (شندے)	7
ایل جے پی (رام وِلاس)	5
وائی ایس آر کانگریس	4
راشٹریہ جنتا دل	4
سی پی آئی (ایم)	4
آئی یو ایم ایل	3
عام آدمی پارٹی	3
جھارکھنڈ مکتی مورچہ	3
جن سینا پارٹی	2
سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	2
جنتا دل (سیکولر)	2
وی سی کے	2
سی پی آئی	2
آر ایل ڈی	2
نیشنل کانفرنس	2
یو پی پی ایل	1
اے جی پی	1
ہندوستانی عوام مورچہ (سیکولر)	1
کیرالہ کانگریس	1
ریوولوشنری سوشلسٹ پارٹی	1
این سی پی	1
وی او ٹی پی پی	1
زیڈ پی ایم	1
شرومنی اکالی دل	1
راشٹریہ لوک تانترک پارٹی	1
بھارت آدیواسی پارٹی	1
سکم کرانتی کاری مورچہ	1
ایم ڈی ایم کے	1
آزاد سماج پارٹی (کانشی رام)	1
اپنا دل (سونیوال)	1
اے ہے ایس یو پارٹی	1
آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین	1
آزاد	7
کل سیٹیں	**543**

کم مسلم لیڈروں کو ملا موقع

خود کو سیکولر کہنے والی بڑی پارٹیوں کو غور کرنا چاہیے کہ 2019 میں ان کی طرف سے 115 مسلم لیڈروں کو امیدوار بنایا گیا تھا تو اس بار 78 مسلم لیڈروں کو ہی امیدوار بننے کا موقع کیوں دیا گیا؟ اس کی اصل وجہ کیا تھی؟

خود کو سیکولر کہنے والی پارٹیوں نے اس بار کم مسلم لیڈروں کو امیدوار بنایا۔ اس پر مسلمانوں میں فطری طور پر تشویش دیکھا گیا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ سیکولر پارٹیاں خود کو بدنام نہیں کرنا چاہتیں؟ اگر بات یہی ہے تو پھر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی جائز کام کرتے وقت بھی وہ یہی سوچیں گی؟ دوسری طرف تیلگو دیشم پارٹی کے لیڈر چندرابابو نائیڈو نے بی جے پی کے ساتھ انتخاب لڑنے کے باوجود مسلمانوں کے ریزرویشن پر موقف واضح کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی اور ان کی پارٹی زیادہ سیٹیں لینے والی پارٹیوں میں 16 سیٹوں کے ساتھ چھٹے نمبر پر رہی۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ خواہ مخواہ اکثریتی طبقے سے اس بات کے لیے خوفزدہ کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کرنے پر وہ ناراض ہو جائے گا۔ اگر وہ ناراض ہوتا تو تیلگو دیشم کو یہ کامیابی نہ ملتی جو اسے ملی، اس لیے اس پر خود کو سیکولر کہنے والی بڑی پارٹیوں کو غور کرنا چاہیے کہ 2019 میں ان کی طرف سے 115 مسلم لیڈروں کو امیدوار بنایا گیا تھا تو اس بار 78 مسلم لیڈروں کو ہی امیدوار بننے کا موقع کیوں دیا گیا؟ اس کی اصل وجہ کیا تھی؟ اس کے باوجود مسلم امیدواروں کی کارکردگی اچھی رہی ہے۔ 22 سے زیادہ امیدار جیتے ہیں۔ 9 امیدوار دوسرے نمبر پر رہے۔ ان میں ایسے امیدوار بھی تھے جن کے خلاف اگر مسلم لیڈران کھڑے نہیں ہوتے تو وہ جیت جاتے اور تب مسلم امیدواروں کی جیت کا اوسط اور بہتر ہوتا۔ یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ 1952 کے بعد سب سے کم 24 مسلم امیدوار 2014 میں جیتے تھے۔ آزادی سے آج تک سب سے زیادہ مسلم امیدوار 1980 میں جیتے۔ اس وقت ان کی جیت کا اوسط 9.3 فیصد تھا یعنی اس وقت بھی آبادی کے لحاظ سے وہ کم ہی جیتے تھے۔ ■

انتخابی نتائج

اہم پارٹیوں کا ووٹ شیئر

پارٹیاں	2024
بی جے پی	36.56 فیصد
کانگریس	21.19 فیصد
ایس پی	4.58 فیصد
ترنمول کانگریس	4.37 فیصد
وائی ایس آر کانگریس	2.06 فیصد
بی ایس پی	2.04 فیصد
تیلگو دیشم پارٹی	1.98 فیصد
ڈی ایم کے	1.82 فیصد
سی پی آئی (ایم)	1.76 فیصد
آر جے ڈی	1.57 فیصد
شیوسینا (یو بی ٹی)	1.48 فیصد
بی جے ڈی	1.46 فیصد
اے ڈی ایم کے	1.39 فیصد
جے ڈی (یو)	1.25 فیصد
شیوسینا	1.15 فیصد
آپ	1.11 فیصد